اکنافِ عالم میں اسلام کی ضیا باریاں

(از محمد عبدالشکور صاحب اختر گیاوی متعلم دارالحدیث رحمانیہ)

میرے لئے اس جیسے وسیع مسئلہ پر روشنی ڈالنا ایک دشوار گذار امر ہے کیونکہ اس مہتم بالشان مضمون کی بیشمار تفصیلات وتوضیحات ہیں اور اس کی اہمیت نہ صرف گذشتہ زمانہ کی تاریخی پہلو ہی کو پیش کرتی ہے بلکہ موجودہ زمانہ کی تمام مذہبی، ملی، قومی، سرگرمی، جوش جد وجہد وغیرہ حتیٰ کہ حیات مستقبلہ کا مدار بھی یک گونہ اسی سے وابستہ نظر آتا ہے۔ اس عظیم الشان مسئلہ پر تو وہی شخص بسط وتفصیل کے ساتھ روشنی ڈال سکتا ہے جو تاریخ۔ حدیث۔ قرآن پر کافی عبور رکھتا ہو اور جو اس کی عمیق گہرائیوں سے معانی ومطالب کے گرانمایہ جواہرات کو نکالکر پیش کرنے کی قدرت ومہارت تامہ رکھتا ہو۔ میں اور میری بساط ہی کیا کہ میں اس اہم ترمضمون پر خامہ فرسائی کروں لیکن کچھ یہ خیال کرکے کہ شاید یہی چند حروف مجھ عاصی کیلئے نجات ورہائی کا ذریعہ بنجائیں چند اہم واقعات کو مختصر طور پر حوالہ قلم کرنا چاہتا ہوں جن سے قریب قریب ہم سبھی واقف ہیں۔

اسلام نے کس طرح گذشتہ تین صدیوں میں یا اس سے بھی زیادہ عرصہ میں اور خصوصیت سے حضرت نبی کریم کی زندگی میں ترقی کی؟ یہ ایک ایسا سوال تھا جس کا موزوں ومناسب جواب سوائے موجودہ زمانے کے کسی نے نہیں سوچا اور اسی سوال کا تسلی بخش جواب نہ پانے کی وجہ سے اہل مغرب اسلام کے متعلق بہت سی غلط فہمیوں کا شکار ہوئے اور ان غلط فہمیوں میں سے آج تک بھی بہت سی باقی چلی آرہی ہیں ان افتراؤں اور غلط بیانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے لیکن یہ لغو اور بے بنیاد خیال حقیقتاً اس شدید کاوش نفرت ودشمنی کا نتیجہ ہے جس سے صلیبی جنگوں کے سلسلہ کا آغاز ہوا لیکن موجودہ زمانے میں نہ صرف اس تعصب وبغض کا ہی قلع قمع ہوگیا بلکہ کثرت سے مشاہدات جدیدہ نے رونما ہوکر ان غلط نقوش کو بہانتک ملیامیٹ کردیا کہ اب ان کی مخالفت کی بھی چنداں ضرورت نہیں رہی ان خیالات کے رونما ہونیکی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ امر ہر شخص کے دل میں خوب اچھی طرح دلنشیں کرایا گیا کہ چونکہ اسلام مسلمانوں کی ہر ایک فتح کے بعد نہایت ہی سرعت کیساتھ پھیلا تھا اس لئے جو لوگ اسلام سے متمتع ہوتے تھے وہ جبر واکراہ کا نتیجہ تھے لیکن تاریخ کا ایک ہی حوالہ اس امر کو روز روشن کی طرح واضح کردیگا کہ معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔

ان تمام ممالک میں جن پر مسلمان قابض ہوئے لوگوں کے مشرف باسلام ہونیکے وجوہات بھی مختلف ہیں اول جس کی وجہ سے مفتوح ممالک کے لوگ بعجلت تمام حلقہ بگوش اسلام ہوئے یہ تھی کہ مسلمانوں کی فتوحات سے پیشتر ان ممالک میں نظم ونسق نہ تھا اور باشندگانِ ملک اپنے فرمانروایان کے ظلم وستم کا تختۂ مشق بنے ہوئے تھے دوسری وجہ یہ تھی کہ تمام کی تمام نسل انسانی اسوقت بداخلاقی وبدکرداری کے انتہاء عمیق قعر مذلت میں گری ہوئی تھی اور اس وقت کے مذہبی اعتقادات ایسے قبیح تھے جن سے انسانی قلب وضمیر کو تسکین نہیں ہوسکتی تھی اور ان سب وجوہات سے بڑھکر ان لوگوں کے قبولیت اسلام کی بڑی بھاری وجہ اسلام کی سادگی اور اس کے شاندار عقیدہ کی کشش تھی جس کی اہل عرب نے انھیں تلقین کی تھی

ان صحرائی عربوں کے ارفع خصائل اور حق و صداقت کی حمایت، ان کی ان تھک کوشش و جاں نثاری اور ان کی اعلیٰ جمہوریت نے مفتوحین کے قلوب کو قوت مقناطیسی کی طرح اپنی طرف کھینچا وہ صحرائی عرب جہاں بھی گئے انھوں نے نسل انسانی کو مصیبت ظلم و تشدد ایذا رسانی سے مخلصی دلائی۔ مسلمانوں کی فتوحات کے بعد جو لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے انھوں نے اسلام کسی جبر و اکراہ کے ماتحت نہیں بلکہ اپنی ہی رضا و رغبت سے قبول کیا جو لوگ اسلام سے بہرہ اندوز ہوئے انھوں نے نہ صرف اپنے فاتحین کا مذہب قبول کیا بلکہ ان کے راہ و رسم اور رواج و اطوار تک کو اختیار کر لیا۔

اسلام یقیناً امن و سلامتی کا مذہب ہے اور اسلامی روایات اور تعلیمات سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ خود لفظ "اسلام" ایسے مادہ سے مشتق ہے جس کے حقیقی معنی ہی سلامتی اور امن کے ہیں۔ اور مسلمان جب ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو وہ لفظ سلام ہی سے ایک دوسرے کو مخاطب کرتے ہیں اور جنت میں بھی مومن لفظ سلام سے ہی ایک دوسرے کو مخاطب کریں گے۔ قرآن کریم کی وہ آیت کریمہ یاد کیجئے جو ہمیں جتا رہی ہے کہ امن و سلامتی اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک ہے جو کہ اپنے بندوں کو بہشت میں سلامتی و امن کی آخری منزل مقصود کی طرف مدعو کرتا ہے قادر مطلق اپنے برگزیدہ بندوں کو امن و سلام کے الفاظ سے ہی یاد فرمائیگا اور ان کو بھی سلام سلام کے سوا اور کچھ سنائی نہ دیگا اس لئے امن و سلامتی ہی شروع سے لیکر اخیر تک اسلام کی ہر تعلیم میں دکھائی دیتی ہے۔ اسلئے ہمارے پاک و مطہر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کار منصبی یعنی تبلیغ حق نہایت صلح و آشتی کے ساتھ لوگوں کو کرنا شروع کیا۔ کیونکہ ارشاد الٰہی اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ الآیہ (پ ۱۴ ع ۱۶)

ایسا ہی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن کلیتہً امن و سلامتی کا مشن تھا آپ ان لوگوں کے چال و چلن کے ذمہ دار نہیں ٹھہر سکتے جنکو آپ نے تبلیغ فرمائی کیونکہ آپ کا فرض منصبی تو فقط حق کو پہنچانا تھا ایک نبی یا رسول پر صرف ابلاغ حکم کے سوا اور کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہو سکتی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے معاندین اسلام کے تلخ سے تلخ نکتہ چینیوں کو صبر و تحمل و بردباری سے سننے کا ارشاد ہوا بعضوں نے یہ لغو بے ثبات بات اڑائی کہ مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد آپ کے تحمل و بردباری میں فرق پڑ گیا تھا۔ کیونکہ وہاں اپنے متبعین کی جماعت کثیر کے آپ امیر تھے لیکن امر واقع اس کے بالکل خلاف ہے حقیقت یہ ہے کہ فرقان حمید کی بہت سی مشہور و معروف آیات جو مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں ان میں رواداری تحمل و بردباری کی بڑی شد و مد کے ساتھ تاکید کی گئی ہے جیسا کہ سورہ بقر کی آیت لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ سے عیاں ہوتا ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اکناف عالم میں فرداً فرداً مبلغین ارسال فرمائے۔ ان مبلغین اسلام کو مختلف اطراف میں حضرت نبی کریم کے ارسال فرمانے کی غرض و غایتہ ان لوگوں کو جبر و تعدی کے ساتھ زیر نگیں کرنے یا اسلام قبول کرانے کی ہرگز نہ تھی۔ یہ دردانگیز واقعہ دو دفعہ ہوا کہ جب حضرت رسالتمآب نے مبلغین کی جماعتوں کو روانہ کیا تو وہ قتل ہو گئیں جس سے اس وقت کے مسلمانوں کی مٹھی بھر جماعت کو نقصان عظیم پہنچا۔ اسجگہ پر شاید ہمیں اپنی بریت کیلئے کثیر التعداد غزوات اور جنگی مہمات کی بھی وضاحت کرنی پڑے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کفار مکہ کے خلاف کیں یہ ایک امر واقعہ ہے کہ ان تمام غزوات و سریہ میں حضرت رسالتمآب حملہ آور نہ ہوئے اور مسلمانوں کو اس وقت ہتھیار باندھنے کی اجازت فرمائی جبکہ بچاؤ کی بظاہر کوئی صورت نظر نہ آتی تھی کیونکہ اس نازک موقعہ پر کسی قسم کی بزدلی یا کمزوری دکھانا سراسر اسلام کے تختہ کو الٹنا اور اسکو صفحہ ہستی سے معدوم کرنے کے مترادف ہے۔

بہادران اسلام نے غزوۂ بدر میں اپنے سے تین گنا زیادہ فوج کا مقابلہ کیا جوان سے کئی گنا زیادہ آلات حرب سے مزین ومرصع تھی انھوں نے آلام ومصائب و فاقہ کشی کی تمام صعوبتیں اس وقت جھیلیں جبکہ ان کے قصبے کا دس ہزار کی جمعیت نے محاصرہ کرلیا اور احد کے معرکۃ الآرا غزوہ میں ان کے جاں نثار و بہادر جنگجو ایک کثیر تعداد میں کام آئے لیکن ان کا یہ رویہ طرز عمل کسی ظلم وتشدد کی وجہ سے نہ تھا اور نہ کوئی ہوا وحرص یا غارتگری کی لالچ پر مبنی تھا جو کچھ ان سے غزوات محولہ بالا اور انکے علاوہ میں ظہور پذیر ہوا وہ محض دفاعی طور پر تھا اور اس طرز عمل کو اختیار کرنے کیلئے وہ مجبور تھے اور انھیں اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی اور پر بھروسہ نہ تھا اور فقط پاک وسادہ ایمان ان کے دلوں میں جاگزیں تھا۔ فتح مکہ کے بعد بھی آپ کے طرز تبلیغ میں حلم، نرمی اور حکمت ٹپکتی تھی حالانکہ اس وقت اگر آپ چاہتے تو لوگوں کو مشرف باسلام کرنے کیلئے جبر واکراہ سے بھی کام لے سکتے تھے کیونکہ اسوقت آپ تمام عرب کے بادشاہ ہوچکے تھے لیکن آپ تبلیغ دین متین میں ہمیشہ بردباری اور تحمل سے کام لیتے رہے اور آپ کے بردبارانہ رویہ کی مصدق آپ کی وہ ہدایات ہیں جو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سفیروں کو سفارت پر روانہ کرتے وقت فرمایا کرتے تھے۔ مندرجہ ذیل الفاظ حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو فرمائے جبکہ حضرت معاذ حاکم کی حیثیت سے یمن جارہے تھے آپ نے فرمایا کہ لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آتے رہنا یہ وہ انسب واسہل طریقے تھے جو آنحضورؐ نے دین حقہ کی اشاعت کیلئے اختیار کئے۔

ایک اور غلط خیال جو ابھی تک لوگوں کے دلوں میں جاگزیں ہے وہ یہ ہے کہ اسلام درحقیقت ملک عرب کیلئے ہی مخصوص ومحدود ہے اور عرب سے باہر ممالک کے لئے مذہب اسلام نہیں آیا لیکن اس جگہ پر ہم اس لچر خیال کی تردید دیگر تمام استدلال کو چھوڑ کر محض تاریخی واقعات کی تحقیق سے ہی کرسکتے ہیں۔ جاں نثار حضرت بلال حبشیؓ نامور سلمان فارسیؓ اور ملک شام کے صاحب عظیم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء میں سے تھے جو ممالک غیر کے باشندہ تھے اور آپ کی تبلیغی جدوجہد کے اولیں ثمرات میں سے تھے اس کے علاوہ حضور پرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمسایہ سلاطین کی طرف بہت سے سفیر ارسال فرماکر ان کو تبلیغ دین فرمائی جن میں شاہ ایران قیصر روم شاہ مصر شاہ حبش وغیرہ خاصکر قابل ذکر ہیں اس کے علاوہ قرآن کریم کی بہت سی آیات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام ایک ہمہ گیر مذہب ہے اور اس کی پاک واطہر تعلیم کل دنیا جہان کیلئے مشترکہ ہے اللہ تعالیٰ نے اسی لئے ہمارے رسول اکرم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کل دنیا وجہان کیلئے رحمۃ للعالمین بناکر بھیجا۔ اور جو پیغام اور شریعت حضور علیہ الصلوٰۃ والتحیات اپنے ساتھ لائے ہیں وہ ایک اکمل واتم ہدایت ہے اور اس اکمل شریعت محمدی سے مترشح ہے کہ اسلام کو ایک ہمہ گیر مذہب قرار دینا قدرت نے روز ازل ہی سے ناکا تھا اور اس کی اشاعت دور نزدیک ہونی مقرر لکھی جاچکی تھی اور تمام ادیان باطلہ پر اسکو انشاء اللہ غلبہ حاصل ہوگا اور بحیثیت مسلم ہونے کے اور قرآن کریم کی پیشینگوئیوں پر قوی ایمان رکھنے کے ہمارا یہ کامل ایمان ہے کہ یہ سچا سادہ اور پیارا مذہب اسلام آخرکار کل ادیان باطلہ پر غلبہ پاکر رہیگا۔

لیکن اسلام کب کسطرح۔ اور کیونکر غیر مذاہب پر غلبہ حاصل کرے گا؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جسکا جواب بالکل ظاہر ہے۔ اسلام میں تبلیغ دین کی دھن وروح ہمیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فقط عملی زندگی میں ہی نظر نہیں آتی بلکہ خود قرآن کریم

میں بھی جا بجا واضح احکامات تبلیغ اسلام کی تاکید وتائید کرتے ہیں اسلام ہر ایک مسلم سے توقع رکھتا ہے کہ وہ حق وصداقت کے کلمات وپیغام کو نسلِ انسانی تک پہنچائے اور اپنے فریضہ کو بحیثیت اللہ تعالیٰ کا مبلغ ہونے کے باحسن وجوہ سرانجام دے۔ یہ ضروری ہے کہ ہماری تبلیغ اسلام صرف زبانی جمع خرچ ہی نہ ہو بلکہ ہم قوی ومستحکم ایمانیات واعتقادات کے ساتھ اور اپنے احسن واعلیٰ نمونے سے تبلیغ دین متین کریں۔ گذشتہ تاریخ ہمیں واضح طور پر بتلاتی ہے کہ اسلام کے فرداً فرداً مبلغین قوموں کی قومیں اور یہاں تک کہ ملکوں کے ملک کو محض انفرادی تبلیغ وتلقین سے اسلام سے بہرہ اندوز کرنے میں مظفر ومنصور ہوئے۔ بہت سے معترضین اسلام پر اعتراض کرتے ہیں کہ بہت سے ممالک میں اسلام کی اشاعت مسلم فاتحین کی وجہ سے ہوئی لیکن اگر وہ لوگ تعصب سے بالاتر ہو کر چشم حق نگر کے ساتھ اسلامی کتب وتواریخ کا مطالعہ کرتے تو شاید اس قسم کی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوتے ان کو یہ امر اچھی طرح سے دلنشین کرنا چاہیئے کہ سیلون، جاوا، ملایا، اور چین ہیں کہ جہاں مسلمانوں کو کبھی بھی تسلط حاصل نہیں ہوا وہاں بھی اسلام کے شیدائی کثرت سے نظر آتے ہیں۔ پھر آج افریقہ کے تاریک وتار براعظم میں اسلام باوجود عیسائی مشن کی باترتیب وباقاعدہ مشنری کی روک تھام کے بھی آگ کی طرح پھیل رہا ہے۔ قبولیت اسلام کی تاریخ میں سوداگروں مسافروں اور انفرادی مبلغوں کی جد وجہد کے بہت سے شاندار کارنامے ہمیں نظر آتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کی آہستہ ومستقل تبلیغ نے قوم سے محی السنہ، قاطع البدعہ وغیرہ کا خطاب دلایا یہ لوگ اولیاء اللہ تھے جن کے اعلیٰ ورفیع اخلاق فاضلہ نے اسلام کیلئے بہت بڑا کام کیا۔ جن میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ وحضرت مولانا نذیر حسین صاحبؒ اور غازی ملت شہید حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کی اطہر شخصیتوں اور ان کے کارہائے عظیم سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ مذہب اسلام کو گذشتہ زمانہ میں بہت شان واقتدار حاصل تھا لیکن حالات حاضرہ اس امر کے متقاضی ہیں کہ اس امی اللقب حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تلقین کردہ مذہب کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچایا جائے اور مشعل اسلام تنگ وتاریک گوشوں تک پہنچا کر ان کو اسلام کی تیز شعاعوں سے منور کیا جائے لیکن پیشتر اس کے کہ ہم دوسروں کیلئے مشعل راہ بنیں اور دوسروں کیلئے ہم مذاہب کے علمبردار ہوں! آئیے پہلے ہم اپنے گھر کی تو خبر لیں کہ آیا ہم خود بھی مسلم کے حقیقی معنوں میں مسلمان کہلانے کے مستحق بھی ہیں یا کہ نہیں۔ آئیے ہم دیکھیں کہ آیا اس ضابطہ پر عمل پیرا بھی ہیں یا نہیں جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے ہم تک پہنچا اور ہمارے اخلاق ان لوگوں کی کشش کا موجب بھی ہو سکتے ہیں یا نہیں جن سے ہم ملاقی ہوں اگر خوبیوں اور محاسن کے اس معراج کمال تک آج ہم پہنچ جائیں تو آپ یاد رکھیں مسلم ہنی وہ معجز نما کارہائے نمایاں دنیا میں کر دکھلائے گی جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے گذشتہ زمانے میں کئے۔ آئیے ہم الفاظ اور عمل دونوں سے مسلمان ہو جائیں اور پھر ہم اس وقت عظمت وعزت کے وارث ہو سکتے ہیں۔

غرض اسلام نے محض دینی روحانی اور اخلاقی قوت کی وجہ سے آہستہ آہستہ ترقی کی اس کی سادی اور فطرتی تعلیم انسانی قلوب پر اثر کرتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ جو مذہب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمایا افریقہ اور یورپ میں اس پرفتن زمانۂ حال میں بھی پھیل رہا ہے اور اب ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں فرزندانِ توحید وہاں پیدا ہو چکے ہیں حالانکہ اسلام اپنی دنیوی طاقت گنوا بیٹھا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اسلام کی اشاعت کیلئے کسی دنیوی سلطنت طاقت واقتدار کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ ایک ابدی صداقت ہے جو مقبول عام ہو کر رہیگی۔ انشاء اللہ۔